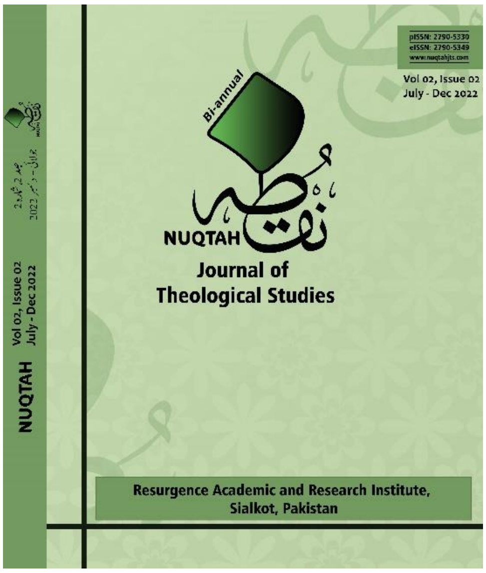

NUQTAH Journal of Theological Studies

Editor: Dr. Shumaila Majeed
(Bi-Annual)
Languages: Urdu, Arabic and English
pISSN: 2790-5330 eISSN: 2790-5349
https://nuqtahjts.com/index.php/njts

Published By:
Resurgence Academic and Research Institute, Sialkot (51310), Pakistan.
Email: editor@nuqtahjts.com

عالمی امن و آشتی میں بین المذاہب مشترکات کا کردار اور اسلامی تعلیمات

The Role of Interfaith Commonalities and Islamic Teachings in Global Peace and Security

ڈاکٹر شمشاد اختر
Email: prof.shamshad34@gmail.com

Published online: 30th December 2022

View this issue

OPEN ACCESS

Complete Guidelines and Publication details can be found at:

https://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics

عالمی امن و آشتی میں بین المذاہب مشترکات کا کردار اور اسلامی تعلیمات

The Role of Interfaith Commonalities and Islamic Teachings in Global Peace and Security

ABSTRACT

Islam is a comprehensive way of life with a practical, well-balanced set of beliefs and customs. Islam always embraces the discussion of interfaith harmony in order to achieve peace and social and political stability due to its open and comprehensive outlook. The fundamental tenets of Islam are universal international affinities that can unite the world's nations and be a catalyst for ending conflicts, bloodshed, and fights because these disagreements and conflicts have always wreaked devastation on the lives of millions of innocent people. We may additionally practice tolerance if we recognise approximately interfaith harmony. The more we exercise tolerance, the higher it's miles for the arena because there are hundreds of thousands of humans having special faith, creeds, colors and special languages. moreover, all of the Prophets (AS) from Hazrat Adam to Hazrat Muhammad (PBUH) no longer most effective preached but practiced tolerance and interfaith concord. Probably to mention that no political, monetary or ethical structures can carry peace and harmony however the interfaith system in all the teachings of the religious can do it.

The present article envisions all those dimensions which are essential for interfaith harmony. By following the teachings of Allah and His Prophet(PBUH), our society can become a cradle of peace and tranquility.

Keywords: Comparison of religions, Interfaith harmony, regard for the opinions, peace and security.

الہامی مذاہب کے تناظر میں بنیادی طور پر بین المذاہب ہم آہنگی سے مراد ہے کہ تمام مذاہب سماوی اپنے اصول و قوانین، اہداف و مقاصد میں یکساں و متحد ہیں۔ دور جدید میں بین المذاہب یگانگت اور ہم آہنگی کے بین الاقوامی اصول و تصورات کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کا معاشرتی اور مذہبی طرز عمل تنگ نظری کی بجائے وسیع النظری اور محدودیت کی بجائے ''آفاقیت'' ہو۔ نفرت انگیز جذبات و احساسات کی علمی، فکری اور معاشرتی سطح پر حوصلہ شکنی ضروری ہے تاکہ دنیائے انسانیت ایک دوسرے کے لئے ہمدردی کے جذبات پر استوار ہو نتیجتاً وطنی، قومی، نسلی اور طبقاتی بندشوں اور پستیوں سے آزاد ہو کر ''انسانیت'' کو ایک اکائی کی صورت میں دیکھنے کا جذبہ پروان چڑھ سکے۔ لہذا یہ امر نہایت غور طلب ہے کہ مذہبی ہم آہنگی اور پر اَمن معاشرتی نظام کا بنیادی تصور ''جذبہ اشتراک'' کا رہین منت ہے۔ گونا گوں معاصر انسانی مسائل کے مستقل حل کے لئے بین المذاہب مشترکات کی بناء پر علمی و فکری اور عملی کوششوں کی طرف رغبت دلائی جائے تاکہ انسانی بستیوں میں سکون اور اطمینان لوٹ اور ان مشترکات کی بناء پر اختلاف عقیدہ و مذہب کے باوجود ''بین المذاہب ہم آہنگی کا ماحول پیدا ہو۔ تمام ممالک کے انسان اختلاف نسل و مذہب کے باوجود ایک دوسرے سے اپنائیت اور محبت کا رشتہ محسوس کرنے لگیں۔ اس مضمون میں عصری تقاضوں کے مطابق معاشرے کے امن و استحکام کے لئے اسلامی تعلیمات کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

ہم آہنگی کا معنی و مفہوم اور معاشرتی استحکام کے لئے مذہبی ہم آہنگی کے اہم نکات

دو یا دو سے زیادہ افراد کا کسی بات پر متفق ہونا، باہم مربوط و موافق ہونا، ہم آہنگی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق معاملات زندگی میں میانہ روی اختیار کرنا دوسروں کے نظریات و افکار کو برداشت کرنا مذہبی ہم آہنگی ہے۔

یہی مفہوم وارث سرہندی [1]، شان الحق [2]، سید احمد دہلوی [3] نے اردو میں جبکہ عربی لغت کی معروف کتب المعجم الوسیط [4]، اور لسان العرب [5] اور المنجد [6] میں بیان ہوا ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ میں بھی ہم آہنگی کا مفہوم باہم ملاپ اور قرب کا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت و تعلیمات ہمہ جہت ہونے کے ساتھ ساتھ انسانیت کے درمیان فطری اتحاد و یگانگت کی امین اور انسانی فلاح و بہبود کی خوب صورت روایات سے مرقع تھیں۔ بعثتِ انبیاء علیہم السلام کے ذریعے مشیت الٰہی انسانیت کو محض ایک مستحکم سماجی اور سیاسی نظام عطا کرنا نہ تھا بلکہ اسے انسانیت کی ابدی فوز و فلاح کے لئے قیامت کرۂ ارض پر جاری و ساری کرنا بھی ہے۔ بعثت انبیائے کے عظیم مقصد کی تکمیل حضور علیہ السلام کی ذات بابرکات کی بعثت سے ہوئی۔ آپ علیہ السلام سے قبل آنے والے تمام انبیاء کرام علیہم السلام مخصوص زمانوں یا علاقوں کے لئے تھے مگر حضور علیہ السلام کی بعثت مبارکہ کی جامعیت قرآن حکیم میں یوں بیان کی گئی ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾[7]

''وہی (اللہ) ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کر دے۔''

مذکورہ آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے انسانیت کو رشد وہدایت سے آشنا کرنے اور حق وعدل پر مبنی نظام حیات کے قیام کے لئے عملی اقدامات فرمائے۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت اپنی اہتمام پذیری اور نتیجہ خیزی کے اعتبار سے انسانوں کے لئے نشان ہدایت اور کامل رہنمائی ہے۔

دور جدید میں دہشت گردی ایک بڑا مسئلہ ہے جو مذہبی اور سماجی ہم آہنگی کی راہ میں حائل ہے۔ عالمی امن و آشتی کے لیے اس نبٹنے کی شدید ضرورت ہے۔ جدید دنیا میں جوہری ہتھیار بہت خطرناک ہیں۔ ان مہلک ترین ایٹمی ہتھیاروں کی ذرا سی بے احتیاطی سے دنیا تباہ کن جنگ کے لپیٹ میں آسکتی ہے۔ تباہی سے بچنے اور انسانی زندگی کی بقا کے لئے بین المذاہب ہم آہنگی اور افہام وتفہیم عصر حاضر کی اہم ضرورت ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مذہبی ہم آہنگی اور معاشرتی استحکام کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

ا۔ انسانی حقوق کا دائرہ کار اور انسانی جانوں کا تحفظ

دین اسلام نے ہر شخص کو عزت و احترام کا فطری حق دے کر اسے مکمل تحفظ بھی فراہم کیا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ہر انسان کا خون، جان، عزت و مال قابل احترام ہے، کسی انسان کے احترام و عزت کو پامال کرنا جائز نہیں، خواہ کوئی انسان نیکوکار ہو یا بدکار، مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ اسلامی سزاؤں کی غرض وغایت بھی محض زجر وتوبیخ ہے نہ کہ اذیت وتکلیف پہنچانا۔ کسی انسان کو گالم گلوچ، کسی کا مذاق اڑانا اور بے عزتی سے پیش آنا سخت منع ہے۔ حتی کہ جنگی دشمن کے مقتولین کا بھی احترام لازم ہے اس کی میت کا مثلہ کرنا منع ہے۔ اسی طرح بطور سزا کسی انسان کو بھوکا پیاسا رکھنا، کسی پر غارتگری ڈالنا جائز نہیں۔ قرآن مجید میں انسانی شرافت، عزت ووقار اور احترام کو اعلانیہ طور پر واضح کیا گیا ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ۔[8]

"حقیقت میں ہم نے بنی آدم کو عزت وتکریم عطا کی ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن دماءكم وأموالكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا في بلدكم هذا.[9]

"بالیقین تمہاری جانیں، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تمہارے اوپر حرام ہیں۔"

یہ اسلام کے ہمہ گیر اخلاقی تعلیمات کی ایک جھلک ہے۔ اسلام نے دیگر مذاہب کے افراد کے حقوق بھی مقرر کر دیے ہیں۔ اسلام نے انسانی حقوق کی ادائیگی میں جس طرح مذہبی، نسلی، قومی اور طبقاتی منافرت کو ختم کیا ہے بلاشبہ وہ بے مثال ہے۔ انسانی حقوق کی ادائیگی کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کا معیار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل ارشاد نبوی سے ظاہر ہوتا ہے:

لايومن احدكم حتى يحب للناس مايحب لنفسه.[10]

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن کہلانے کا حق دار نہیں جب تک وہ دوسرے لوگوں کے لئے بھی وہی کچھ نہ پسند کرے جو خود پسند کرتا ہے۔"

اس فرمان سے واضح ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے دل میں تمام لوگوں کی بھلائی کی

تمنا نہ ہو۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور علیہ السلام نے ذات پات اور نسل کی تفریق کو ختم کر کے آفاقی معاشرے کا تصور دیا۔ ارشاد فرمایا:

"یا أیہا الناس ألا إن ربکم واحد وان اباکم واحد لا فضل لعربی علی أعجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لأحمر علی أسود ولا أسود علی أحمر إلا بالتقوىٰ. الناس من آدم وآدم من تراب"[11]

"اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ آدم ہی ایک ہے، تم سب آدم کی اولاد ہو۔ کسی عربی کو عجمی پر کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر، سوائے پاکبازی اور پرہیز گاری کے، تمام لوگ حضرت آدم کی اولاد ہیں اور حضرت آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی تھی۔"

لہذا ایک مسلمان کے دل میں تمام انسانوں کی خیر خواہی کے لئے بے غرضی کا جذبہ ہونا چاہئے۔ ارشاد نبوی" الخلق عیال اللہ"[12] کے مطابق ساری مخلوق خدا کی عیال ہے اور اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ کوئی اس کی عیال کے ساتھ محبت سے پیش آئے۔ لہذا ہمیں بھی بلا امتیاز نسل و مذہب انسانوں کے ساتھ وہی رویہ رکھنا چاہئے جو ہم اپنے بال بچوں کے ساتھ رکھتے ہیں۔ اس سے مذہبی ہم آہنگی پیدا ہو گی اور معاشرے میں امن و استحکام ہو گا۔

۲۔ جبراً کسی کے مذہب و عقیدہ کی تبدیلی کی ممانعت اور معاشرتی استحکام

ہر عاقل بالغ شخص آزاد ہے چاہے وہ صراط مستقیم پر چلے یا ضلالات و گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتا پھرے۔ اسلامی تعلیمات میں کسی کو زبردستی کسی دوسرے کا عقیدہ اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾[13]

"دین کے بارے میں کوئی زبردستی اور جبر نہیں، ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔"

﴿اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾[14]

کیا تم نے لوگوں کو مجبور کیا تاکہ وہ مومنین بن جائیں؟

اسی طرح ایک اور فرمان باری تعالیٰ سے اس امر کی تائید یوں ہوتی ہے:

﴿فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾[15]

"جو چاہے ایمان کی دولت سے سرفراز ہو اور جو چاہے کفر پر مصر رہے۔"

اسی طرح قرآن مجید میں ایک اور مقام پر کسی کو جبراً مسلمان بنانے کا ناپسندہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾[16]

ترجمہ: اگر آپ کا رب چاہے تو زمین کے تمام لوگ مومن ہو جائیں تو کیا تم لوگوں کو مومن بنانے کے لئے جبر و اکراہ کرنا چاہتے ہیں۔

اپنی مرضی سے شرح صدر کے ساتھ قبول کیا گیا اسلام ہی معتبر ہے جبر و اکراہ سے کسی کو اسلام میں داخل کرنا منشاء الٰہی کے

خلاف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جبر واکراہ سے قبول کیا گیا اسلام سریع الزوال ثابت ہو سکتا ہے جبکہ برضا ورغبت قبول اسلام دلوں میں راسخ ہوتا ہے۔

۳۔ احترام عقیدہ ومذہب وبانیانِ مذاہب اور معاشرتی استحکام

بین المذاہب ہم آہنگی اور معاشرتی استحکام کے حوالے سے دوسرے مذہب وعقیدہ کے راہنماؤں کا عزت واحترام بھی نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عقل دے کر صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرمائی ہے۔
عالم اسلام کی معتبر علمی شخصیت اور نامور محقق ڈاکٹر وہبہ الزحیلی کے نزدیک غیر مسلموں کے بھی وہی حقوق ہیں جو کسی مسلمان کے ہیں اسی طرح سزا جزا میں بھی مسلم وغیر مسلم کو مساوی حقوق حاصل ہیں لہذا غیر مسلموں کے ساتھ ان کے عقائد سے متعلق نرمی و حسن سلوک اور حکمت ودانش کے ساتھ کلام ومباحثہ کیا جائے، انہوں نے لکھا ہے:
وتقريرحرية العقيدة يستتبع إقرار حرية ممارسة الشعائر الدينية؛ لأننا أمرنا بترك الذميين وما يدينون، ولا يعتدى على كنائسهم ومعابدهم.[17]

"اعتقادی آزادی شعائر دینیہ کو آزادی سے اپنانے پر منتج ہوتی ہے، چنانچہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ذمیوں کو اپنے حال پر رہنے دیا جائے اور ان کے دینی عقائد کو نہ چھیڑا جائے، ان کے کنیسوں اور عبادت گاہوں کو جارحیت کا نشانہ نہ بنایا جائے۔"

فرمان باری تعالیٰ ہے:
﴿وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾[18]

اہل کتاب کے ساتھ نہایت اچھے طریقے سے مجادلہ ومباحثہ کرو، ہاں البتہ اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا ہے (وہ اس نرمی کے مستحق نہیں) اور تم کہو کہ ہم اس ذات پر ایمان لائے جس نے ہماری طرف وحی نازل کی اور تمہاری طرف بھی، ہمارا معبود اور تمہارا معبود واحد ہے اور ہم اس کے آگے سرنگوں ہیں۔
اسلام میں محض حریت عقیدہ کا نظریہ ہی نہیں پیش کیا گیا بلکہ عملی وقانونی طور پر اس کی حفاظت بھی کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں کسی پر کوئی جبر نہ کیا جائے گا۔ مذکورہ آیت سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ کسی کو اپنے عقیدے کی طرف دعوت عمدہ پیرائے میں نرمی کے ساتھ دی جائے ۔ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾[19]
"اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھے پیرائے میں نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے بحث ومباحثہ اور اختلاف بھی اچھے طریقے سے کرو۔"

پوری اسلامی تاریخ اس امر پر شاہد کہ دعوت اسلام کے معاملے میں کبھی جبر کو اختیار نہیں کیا گیا بلکہ غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کو ہمیشہ مقدم رکھا گیا کہ آپ ﷺ نے مدینہ پہنچ کر یہود سے جو معاہدہ کیا تھا اس میں ان کو دینی آزادی کو واضح انداز میں متعین فرمایا تھا۔[20]

ریاست مدینہ میں جب ایک شادی شدہ یہودی مرد و عورت بدکاری کے مرتکب ہوئے اور یہ معاملہ نبی اکرم ﷺ پیش ہوا تو آپ علیہ السلام تورات میں بیان کردہ فیصلہ کے مطابق فیصلہ صادر فرمایا۔[21]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطابق میثاق مدینہ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور ہے جو اہل اسلام اور دیگر اہل مدینہ کے باہمی تعلقات، حقوق و فرائض اور دیگر امور کی وضاحت کرتا ہے۔ ان کے مطابق یہ میثاق "مفاہمت بین المذاہب" کا وسیع عملی مظاہرہ ہے۔[22]

عظیم اسلامی سکالر اور سیرت نگار محمد حسین ہیکل نے میثاق مدینہ کے بارے میں لکھا ہے:

هذه هي الوثيقة السياسية التي وضعها محمد منذ ألف وثلثمائة وخمسين سنة، والتي تقرر حرية العقيدة وحرية الرأي وحرمة المدينة وحرمة الحياة وحرمة المال وتحريم الجريمة.[23]

"یہ وہ سیاسی معاہدہ ہے جس کے ذریعہ حضرت محمد ﷺ نے آج سے 1350 سال قبل ایک ایسا منظم انسانی معاشرہ میں قائم فرمایا کہ جس سے شرکائے معاہدہ میں ہر طبقہ اور ہر شخص کو آزادی سے اپنے اپنے عقیدہ و مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کا حق حاصل ہوا، شہر مدینہ امن کا گہوارہ بن گیا، انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی، اموال کو تحفظ ملا اور جرائم کا خاتمہ ہوا۔"

9 ہجری میں فتح مکہ کے بعد 60 معتبر افراد پر مشتمل نجران کے عیسائیوں کا جو وفد بارگاہ نبوی میں آیا، ابن ہشام میں ہے کہ عیسائی وفد کے اراکین نے مکمل سکون کے ساتھ مسجد نبوی میں اپنے عقیدہ کے مطابق شرق رُو ہو کر نماز ادا کی اور بعد ازاں بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر سلام پیش کیا۔ بعض صحابہ کرام نے ان کے اس طرز عمل پر برہم ہو کر انہیں روکنا چاہا مگر حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو روک دیا اور فرمایا:

دعوهم فصلوا الى المشرق.[24]

"انہیں کرنے دو جس طرح وہ نماز ادا کر رہے ہیں۔ پس انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔"

بین المذاہب ہم آہنگی کی ایک شاندار مثال حضرت ابو قتادہؓ نے بیان کی ہے جب نجاشی کی طرف سے حبشہ کا ایک وفد بارگاہ رسالت ﷺ میں آیا تو آپ علیہ السلام نے بہ نفس نفیس اُس وفد کی خاطر مدارت اور تواضع فرمائی اور ارشاد فرمایا:

انهم كانوا لا صحابنا مكر مين، وانى احب ان اكافيئهم.[25]

"میرے صحابہ کرام جب وہاں گئے تو ان لوگوں نے ان کی بڑی عزت کی۔ اب میں چاہتا ہوں کہ میں خود خاطر مدارت کر کے ان کو صلہ دوں۔"

معاہدات کی پاسداری سے بین المذاہب ہم آہنگی اور معاشرے میں استحکام آتا ہے اور باہمی اخوت و محبت کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات میں اخلاقی و قانونی دونوں حیثیتوں سے معاہدات کی پاسداری ضروری ہے۔ معاشرتی زندگی میں انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی معاملات تک، قومی امور سے لے کر بین الاقوامی معاملات میں جس بھی نوعیت کا معاہدہ ہو اس کی پابندی ہر صورت میں لازمی ہے۔ قرآن و حدیث میں بارہا اس بات کی شدید تاکید کی گئی ہے۔ تاریخ شاہد

ہے کہ مسلم دور حکمرانی میں عملاً اس کی پابندی ہوتی رہی ہے۔

۳۔ حالت جنگ میں رواداری کا حکم اور معاشرتی استحکام

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے اپنی دفاعی جنگ کو فقط سرکش اور جنگ پسند لوگوں تک محدود رکھا جبکہ غیر جنگجو لوگوں سے جنگ نہ کرنے کی سختی سے تاکید کی ہے۔ انسانی ہمدردی اور اس کے تقاضوں کا یہ عالم کہ زمانہ جنگ میں بھی رسول اکرم ﷺ اپنے لشکر کو اس طرح کی وصیت فرمایا کرتے تھے:

"سرسبز کھیتوں کو برباد نہ کرنا، درختوں کو نہ کاٹنا، ان کمزور بچوں اور عورتوں کو ہرگز قتل نہ کرنا جو کسی اعتبار سے بھی جنگ میں شامل نہ ہوں۔"[26]

غیر مسلم رعایا کے لئے رسول اکرم ﷺ کے فرامین کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی ریاست میں مسلم شہریوں اور غیر مسلم شہریوں یعنی ذمی کے لیے فوجداری اور دیوانی قوانین برابر ہیں لہذا اگر کسی مسلمان نے کسی غیر مسلم ذمی کو قتل کر دیا تو اس کا پورا قصاص لیا جائے گا۔

ایک مسلمان نے ذمی کو قتل کیا تو قاتل کو نبی مکرم ﷺ کے دور میں قصاص میں قتل کر دیا گیا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

انا احق من وفّی بذمة.[27]

"میں اپنی ذمہ داری کو پورے کرنے کا سب سے بڑھ کر ذمہ دار ہوں۔"

اسلام نے غیر محاربین لوگوں کو جو عملاً جنگ میں شریک نہیں ہوتے تھے جیسے بوڑھے، بیمار، عورتیں، بچے، زخمی، معذور، مسافر، گوشہ نشین، معبدوں اور مندروں کے مجاور اور ایسے ہی جنگی قیدیوں کو بھی قتل کرنے سے منع کیا۔ خلیفہ اوّل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب عساکر اسلامی کو شام کی طرف روانہ کر کے ان کو جو ہدایات دیں ان سے یہی اصول اخذ ہوتے ہیں۔[28]

حضرت عبداللہ ابن عمر سے مروی حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی نہایت جامع ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

کان آخر ماتکلم به النبی ﷺ ان قال أحفظونی فی ذ متی۔[29]

"نبی علیہ السلام نے جو آخری کلام فرمایا تھا وہ یہ تھا کہ میں نے جن لوگوں کے جان و مال اور عزت کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھائی ہے اس کا خیال رکھنا۔"

الغرض قرآن حدیث میں عام انسانوں کے ساتھ تعلقات کے بارے میں محبت، حسن سلوک، حکم و شرافت اور محافظت کے اصولی انداز فکر کا درس دیا گیا ہے اور اگر اپنی دفاع کے لئے مجبوری کی صورت میں جنگ ناگزیر ہو جائے تو اس کی اجازت بھی مشروط اور جنگی اصولوں کے مطابق ہے۔

اسلامی ریاست کا دوسرا سنہری دور خلافت راشدہ کا دور حکومت ہے۔ اس دور میں غیر مسلم شہریوں کے ساتھ رواداری اور ان کے حقوق و فرائض سے متعلق جو اصول و قوانین وضع کئے گئے وہ آج بھی دور جدید کے ترقی یافتہ معاشروں کے لئے راہنما

اصولوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خلیفہ ثانی سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیت المقدس تشریف آوری کے موقع پر ان کے اور وہاں کے مقامی باشندوں کے درمیان امن و امان سے متعلق جو معاملات طے پائے ان میں واضح طور پر لکھا تھا کہ غیر مسلموں کی معبدوں کو رہائش گاہ نہیں بنایا جائے گا اور نہ ہی ان کو منہدم کیا جائے گا۔ دین اسلام اختیار کرنے کے لئے ان پر زبردستی نہیں کی جائے گی اور ان کی جان و مال کو مکمل تحفظ دیا جائے گا۔[30]

اسلام دشمن قوتیں یہ ثابت کرنا چاہتی ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کو جہاد کے ذریعہ جبر سے پھیلایا ایسا ہرگز نہیں اسلام اخلاق و کردار اور بلند انسانی اقدار کے ذریعے پھیلا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کبھی بھی کسی پر زبردستی نہیں ٹھونسا گیا جبکہ دیگر مذاہب جیسے عیسائیت کے بارے تاریخی شواہد موجود ہیں کہ اسے بزور بازو پھیلانے کی کوشش کی گئی۔

اسلامی رواداری کے عملی پہلوؤں کا اعتراف مستشرقین کی زبانی

اسلام میں رواداری کی ان جامع تعلیمات کے عملی پہلوؤں کا اعتراف خود بعض مستشرقین نے بھی کھلے دل سے کیا ہے۔
فرانسیسی مستشرق موسیو سیڈ لیٹ (M.Sedillet) معترف ہیں کہ اسلام نے عرب معاشرہ میں برائیوں کے علاوہ بعض ان معیوب خصلتوں کا بھی قلع قمع کیا جو یورپ میں تھیں۔[31]

پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ اعتراف کرتا ہے کہ تہذیب و شائستگی سے متعلق دنیا میں مساوات، باہمی تعاون، تعلیمی کاوشیں اور انسانی فلاح و بہبود کی موجودہ تمام صورتیں اسلام سے ہی مستعار لی گئی ہیں۔[32]

ٹی ڈبلیو آرنلڈ نے The Preaching of Islam میں برملا اعتراف کیا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں بلکہ اعلیٰ اخلاق و کردار کے ذریعہ پھیلا ہے۔[33]

ایک دوسرے مقام پر اُس کا اعتراف ہے کہ رواداری مسلمانوں کی طبیعت کا محکم خاصہ اور مکمل مذہبی آزادی ان کے مذہب کا دستور العمل رہا ہے۔[34]

معلوم ہوا کہ اسلام نے دروان جنگ بھی احترام آدمیت کے اصولوں کو مد نظر رکھا ہے۔ اسلامی رواداری کا اعتراف غیروں کی زبانی اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام سر سر دین امن و رحمت ہے یہ انسانیت کا قاتل نہیں بلکہ بقاء انسانی کا علمبردار ہے۔

4۔ بین المذاہب عدل کی مساویانہ تقسیم اور معاشرتی استحکام

بین المذاہب اور بین الاقوامی اتحاد و یگانگت اور معاشرتی استحکام کے لئے اسلام نے ہر فرد معاشرہ کے لئے مساوی انصاف کی تاکید کی ہے۔ اسلام میں عدل و انصاف نہ صرف قانونی حیثیت ہے بلکہ ایک اخلاقی ذمہ داری بھی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق انصاف صرف عدالت کے اندر نہ ہو بلکہ سماجی زندگی کے ہر گوشہ میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر نظر آنا چاہیے۔ اسلام میں انصاف کا دائرہ کار فرد کے ساتھ ساتھ قومی، ملکی اور بین الاقوامی معاملات تک پھیلا ہوا ہے۔ قرآن مجید کی کئی آیات بینات میں اس موضوع کو بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ٨﴾[35]

"کسی قوم کی دشمنی تم کو ان سے ناانصافی پر آمادہ نہ کردے، تم عدل وانصاف سے کام لو، یہ عدل وانصاف تقویٰ سے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔"

مذکورہ ارشاد باری تعالیٰ سے یہ عظیم الشان نکتہ اخذ ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا کے لئے انتقام کا جذبہ دلوں سے ختم کرنا ضروری ہے حتی کہ کسی سے دشمنی میں بھی عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنا چاہیئے۔

5۔ سفارتی آداب اور معاشرتی استحکام

دنیا کے دیگر ممالک سے تعلقات بنانے اور بین المذاہب رواداری اور معاشرتی استحکام کو فروغ دینے میں دیگر ممالک کے سفراء اور نمائندوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے قطع نظر اس کے کہ وہ سفراء کسی دوست ملک کے ہیں یا دشمن ملک کے۔ سفراء کے ذریعہ ہی کوئی ریاست دوسری ریاست سے مربوط ہوتا ہے اور بعض عالمی مسائل کو اپنے ان مندوب کے ذریعہ خوش اسلوبی سے حل کرتا ہے۔ سفارت کا تصور جملہ انبیاء کرام کے ادوار میں موجود رہاہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ہاں خطہ عرب کے دور دراز علاقوں سے اور اس وقت کے دوسری حکومتوں کے وفود اور نمائندے آتے جاتے تھے۔ حتی آپ ﷺ کی جانی دشمن قبائل کے وفود بھی آئے تو نبی علیہ السلام نے ان کی خوب خاطر مدارات کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو بھی سفیروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ حتی جب آپ ﷺ مرض وفات میں تھے تو آخری تین نصیحتوں میں سے ایک یہ تھی:

وأجيزوا الوفد بنحو ما كنت أجيزهم.[36]

"اور دوسرے ممالک سے آنے والے قاصدوں کی اسی طرح خاطر تواضع کرنا جس طرح میں کرتا آیا ہوں۔"

اسلام سفیروں ان کی جان، عزت وابرو کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ کسی ملک کی سفیر کی حیثیت ایک فرد کی نہیں بلکہ وہ اپنی حکومت کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اسلامی نظام سیاست میں خارجی پالیسی کا اہم پہلو سفیروں کی مہمان نوازی اور اکرام واحترام ہے۔

اسلام میں سفیروں کو قتل کرنے کی سخت ممانعت ہے، خواہ وہ جانی دشمن کا پیغام لے کر آئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی روایت کے مطابق جب جھوٹا مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کی طرف دو ایلچی بارگاہ نبوی میں مسیلمہ کذاب کا خط لے کر حاضر ہوئے اور خود کو بھی اسی کذاب کا پیروکار بتایا تو آپ ﷺ نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا:

أما والله لولا أن الرسل لا تقتل لضربت أعناقكما.[37]

"بخدا! اگر سفیر اور قاصدوں کو قتل کیا جانا روا ہوتا' تو میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا۔"

بارگاہ رسالت میں مسیلمہ کذاب کے ایلچیوں کے اعلانیہ کفر کے باوجود ان کو امان دیا اور کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا۔ لہذا بین المذاہب ہم آہنگی کے یہ بھی ایک لازمی امر ہے کہ ریاست سفیروں کی جان ومال کی حفاظت کو بھی یقینی بنائے اس سے معاشرتی استحکام کو مضبوط بنایا جاسکتا ہے۔

خلاصہ بحث:

مندرجہ بالا تحقیقی بحث سے ثابت ہوا کہ اسلام میں بین المذاہب ہم آہنگی ورواداری کے بارے دستوری دبنیادیں فراہم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء ورسل پر ایمان لانا اور ان سب کا عظمت و احترام سے تذکرہ کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے

۔کسی نبی کے پیروکاروں سے ظلم وزیادتی کی گنجائش نہیں۔ غیر مسلموں کے ساتھ معاملات اور تعلقات اچھے رکھنے، ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنے اور نرمی سے گفتگو کرنے، اپنے غیر مسلم پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور اس کی دعوت و ضیافت قبول کرنے کا حکم اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے۔ کتابیہ سے نکاح کا جواز بھی اس لئے ہے کہ خاندانوں میں باہمی روابط و تعلقات قائم ہوں اور اخونی رشتوں کا تقدس ہو۔ اسلامی حکومت کا یہ بھی فرض ہے کہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی حفاظت یقینی بنائے۔ کسی کو ان کے عقائد میں مداخلت کی اجازت نہ دے۔ عدلیہ مسلمانوں کے برابر ان کے ساتھ انصاف کرے۔ انسانی حقوق و فرائض میں وہ مسلمانوں کے برابر درجہ کے مستحق ہیں۔ ان کی جان و مال کی حفاظت کی اس طرح ضمانت دے جس طرح وہ ایک مسلمان کی زندگی، اس کی آبرو اور مال اس کے مستقبل کی ضمانت دیتی ہے۔ اسلام نے دو ٹوک الفاظ میں لکم دینکم ولی دین کا ببانگ دھل اعلان کر کے یہ بتایا کہ اسلام اعتدال ومیانہ روی اور برداشت ورواداری کا حامل دین ہے۔ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ وہ تمام مذاہب جو اپنے منبع ومصدر کے اعتبار سے ایک ہیں ان کے پیروکار بھی ایک دوسرے کو برداشت کریں، غلو و شرک پسندی کی بجائے عدل وانصاف، اعتدال ومیانہ روی کو اپنا شعار بنائیں۔

لہذا ایک دوسرے کے عقائد و افکار برداشت کرنا چاہیے۔ ہمارا معاشرہ تب امن و آشتی کا گہوارہ بن سکتا ہے جب بین المذاہب مشترکہ بنیادوں پر معاشرہ میں مذہبی ہم آہنگی ورواداری کو فروغ دیا جائے۔ تاریخ شاہد ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور بعد کی اسلامی حکومتوں نے مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کو فروغ دیا اور غیر مسلموں کو اعلیٰ حکومتی مناصب پر فائز کیا۔ اسلام نے ہر طرح کے مذہبی تعصبات سے بالائے طاق رکھ کر اقلیتوں کو آزادی کے ساتھ مذہبی ومعاشرتی زندگی گزارنے کا حق دیا ہے۔ ربِ کائنات اور اس کے سچے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفی ﷺ کی تعلیمات پر حقیقی روح کے ساتھ عمل کیا جائے تو موجودہ بے سکونی کی زندگی سے نجات مل سکتی ہے اور یہ معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

مصادر اور مراجع:

1 وارث سرہندی، علمی اردو لغت جامع (لاہور 1981ء)۱۵۹۱۔

Wārith Sarhindī, (1981) ‘lmī Urdū Lughat Jāmi‘, (Lahore: 1981)1591.

2 شان الحق، فرہنگ تلفظ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء)۹۷۳۔

Shān al-Ḥaqq Ḥaqī, (1995) Farhang Talafuẓ, (Islamabad: Muqtadirah Qowmī Zabān, 1995) 270

3 دہلوی، سید احمد، فرہنگ آصفیہ (لاہور: مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، ۱۹۷۴ء) ۴/ ۷۲۶۔

Dehlawī, Sayyid Aḥmad, Farhang Āsfiyyah (Lahore: Maktabā Hassan Suhail limited, 1974), 4/726.

4 مجموعہ علماء، المعجم الوسیط، (ترکیا: دار الدعوۃ، ۱۹۸۹ء) ۲/۱۰۲۷۔

Majmūa ʻŪlamā’, al-Mu‘jam al-Wasīṭ, (Turkey: Dār al-Da‘wa, 1989) 2/1027.

5 ابن منظور، محمد بن مکرم، الافریقی، لسان العرب (بیروت: دار الصادر، س ن) ۱۴/ ۴۱۲۔

Ibn Manẓūr, Muhammad bin Mukarram, al-Afrīqī, Lisān al-‘Arab (Lebanon: Dār Ṣādir, ND) 14/412.

6 لوئیس معلوف الیسوعی، منجد فی اللغۃ (بیروت: دار المشرق، ۱۹۷۸ء) ۶۱۷۔

Luwīs Maʿlūf al-Yasūʿī, Munjid fī al-lughah (Beirut: Dār al-Mashriq, 1978) 617.

7 التوبہ 9:33۔

Al-Tawbah 9:33.

8 الاسراء 17:70۔

Al-Isrā 17:70.

9 مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم: ۱۲۱۸، (لبنان: دار احیاء التراث العربی، س ن) ۲/۸۸۹۔

Muslim ibn al-Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Ḥajj, Ḥadīth number: 1218, (Lebonen: Dār Iḥyā al-Turāth al-'Arabī, nd), 2/889.

10 احمد بن حنبل، المسند، الرقم: ۱۳۹۰۲ (بیروت، المکتب الاسلامی، س ن) ۳: ۲۷۲۔

Aḥmad ibn Ḥambal, al-Musnad, Ḥadīth number: 13902 (Beirut: al-Maktab al-Islāmī, nd) 3/272.

11 احمد بن حنبل، المسند، الرقم: ۲۳۵۳۶، ۵: ۴۱۱۔

Aḥmad ibn Ḥambal, al-Musnad, Ḥadīth number: 23536, 5/411.

12 طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، الرقم: 5541 (قاہرۃ: دار الحرمین، 1415ھ) 5/ 356۔

Ṭabrānī, Abū al-Qāsim, Suláymān ibn Aḥmad, Mu‘jam al-Awsaṭ, Ḥadīth number: 5541 (Cairo: Dār al-Haramāin, 1415 AH) 5/356.

13 البقرۃ 2:256۔

Al-Baqarah 2:256.

14 یونس ۱۰:۹۹۔

Yūnus 10:99.

15 الکھف ۱۸:۲۹۔

Al-Kahf 18:29.

16 یونس10:99۔

Yūnus 10:99.

17 وھبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ (دمشق: دارالفکر، ۱۹۷۸ء) ۸/۶۲۱۰۔

Wahbah Zuḥaylī, al-Fiqh al-Islāmī wa-adillatuh (Dimascus: Dār al-Fikr, 1978) 8/6210.

18 العنکبوت ۲۹:۴۶۔

Al-‘Ankabūt 29:46.

19 النحل16:125۔

Al-Naḥl 16:125.

20 محمد عزہ دروزہ، تاریخ بنی اسرائیل فی اسفارھم (بیروت: منشورات المکتبہ العصریہ، 1969ء)455۔

Muḥammad ‘Izzah Darūzah, Tārīkh banī Isrā’īl fī Asfārihim (Beirut: Manshūrāt al-Maktabah al‘Aṣriyyah, 1969) 455.

21 ابن ہشام، عبد الملک بن ھشام، السیرۃ النبویہ (القاہرہ، 1938 ء)، 2/193۔

Ibn Hishām, ‘Abd al-Malik ibn Hishām, al-Sīrah al-Nabawiyyah (Cairo, 1938) 2/193

22 محمد حمید اللہ، عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی (کراچی: اردو اکیڈمی، 1987ء)76۔

Muḥammad Hamīd Allah, 'Ahd Nabawī ﷺ mein Nizām Hukmrānī (Karāchi: Urdu Bazār, 1987) 76.

23 محمد حسین ہیکل، حیات محمد ﷺ (قاہرہ: مطبعۃ الھضۃ المصریہ، 1947ء)151۔

Muḥammad Ḥūsyn Heikal, Ḥayāt Muḥammad ﷺ(Cairo: Maṭb‘ah al-Nahdah al-Misriyyah 1947) 151.

24 ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، 3/112۔

Ibn Hishām, al-Sīrah al-Nabawiyyah, 3/112.

25 اسد سلیم شیخ، رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 1992ء) 171۔

Asad Salīm Shykh, Rasūl Allah ﷺ kī Khārja Policy) Lahore : Sang Mīl publications, 1992) 171.

26 احمد بن زینی دحلان، السیرۃ النبویہ، (بیروت: المطبعہ الاہلیہ، 1983ء)3/ 240۔

Aḥmad ibn Zaynī Daḥlān, al-Sīrah al-Nabawiyyah (Beirut: al-Maṭb‘ah al-Ahliyyah, 1983) 3/240.

27 ابوزہرہ، خاتم النبیین ﷺ (قاہرہ: دار الفکر العربی)2/585۔

Abū Zūhrā, Khātam al-Nabiyyīn ﷺ (Cairo: Dār al-Fikr al-A‘rabī) 2/582.

28 ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1985ء)، 3/630۔

Ibn Qayyim al-Jawziyyah, Zād āl-M'ād fī Hadyi Khyr āl-I'bād (Beirut: Muassisah al-Risalah, 1985), 3/630.

29 ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج (قاہرہ: المطبعہ السّلفیہ 1316ھ) 150۔

Abū Yūsūf Ya'qūb ibn Ibrahīm, Kitāb al-Khirāj (Cairo: al-Maṭb'ah al-Salafiyyah, 1316 AH) 150.

30 طبری، محمد بن جریر، ابو جعفر، تاریخ الرسل والملوک (بیروت: دار التراث، 1387ھ) 3/609۔

Ṭabrī, Muḥammad ibn Jarīr, Abū Ja'far, Tārīkh al-Rusul wa-al-mulūk (Beirut: Dār al-Turāth, 1387 AH) 3/609.

31 ایم سیڈلیٹ، خلاصہ تاریخ عرب، اردو ترجمہ: عبد الغفار (کراچی: نفیس اکیڈمی 1986ء) 34۔

M. Sidillet, Khulāṣa Tārīkh 'Arab, Urdu translation: 'Abd āl-Ghafār) Karachi: Nafīs Academy) 34.

32 Sir Thomas Arnold, The Preaching of Islam, (London, 1961) 277.

33 ٹی ڈبلیو آرنلڈ، دعوت اسلام (آگرہ: مفید عام پریس، 1898ء) 448-449۔

T. W. Arnold, Dawat Islam (Agra, Mufīd 'Aam Press, 1898) 448-449.

34 ایضاً (لاہور: محکمہ اوقاف پنجاب، 1972ء) 398۔

Ibid, (Lahore: Mahkamah Awqāf Punjab, 1972) 398.

35 المائدہ 5:8۔

Al-Maīdah 5:8.

36 بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل الصحیح، کتاب المغازی، الرقم: 4168 (بیروت: دار القلم ۱۹۸۱ء) 4/1612۔

Bukhārī, Abu 'Abd Allah Muhammad bin Ismail, al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Maghāzī, Ḥadīth number: 4168 (Beirut: Dār al-Qalam, 1981) 4/1612.

37 ابو داود، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الجہاد، باب في الرسل، الرقم: 2761 (بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۴ء) 3/83۔

Abū Dā'ūd, Sulaiman ibn Ash'ath, al-Sunan, Bab fi al-Rusul, Ḥadīth number: 2761, Beirut: Dār al-Fikr, 1994) 3/83.